# عقل — انعامِ خداوندی

پروفیسر سیّد محمد سلیم صاحب

سب سے بڑا انعام جو بارگاہِ خداوندی سے ارضی خلیفہ انسان کو عطا ہوا ہے وہ عقل اور فہم ہے۔ انسانیت کا شرف عقل سے عبارت ہے۔ تکلیفاتِ شرعیہ کا مدار عقل پر ہے۔ صاحبِ عقل مکلف ہے اور مجنون و دیوانہ سے ہر قسم کی ذمہ داریاں ساقط ہیں۔ انسان جتنا زیادہ عقیل و فہیم ہے اتنا ہی زیادہ اس کا درجہ اور مرتبہ بلند ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ افضل الناسِ اعقل الناس۔ بہترین انسان وہ ہے جو زیادہ عقل مند ہے۔ دُنیا میں کارِ خلافت انجام دینے کے لیے انسان کو عقل جیسے وسیلہ کی ضرورت ناگزیر تھی۔ انسان کی کارگذاری درحقیقت عقل و فہم کی کارگزاری سے عبارت ہے۔ دُنیا میں انسان کا سارا عروج، ساری ترقیاں اور ساری فتوحات عقل و فہم کی رہینِ منت ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو قسم کی عقل سے نوازا ہے۔ دین کی زبان میں ایک کو عقلِ معاش اور دوسری کو عقلِ معاد کہتے ہیں۔ فلسفی ایک کو عقلِ تجزیاتی اور استدلالی اور دوسری کو عقلِ کلّی یا تخلیقی کہتے ہیں۔ صوفیہ کرام کی دلچسپی دوسری عقل سے زیادہ ہے۔ وہ اس کو کشف یا وجدان سے تعبیر کرتے ہیں۔ شاعروں کا تعلق بھی دوسری عقل سے زیادہ ہے۔ وہ اس کو دل اور عشق کے الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں ؎

اک دانشِ نورانی ، اک دانشِ برہانی
ہے دانشِ برہانی حیرت کی فراوانی

ان عقلوں کے رجحانات اور میلانات مختلف ہیں۔ پہلی عقل کا موضوع واقعات وحادثات کی طبعی مادی دُنیا ہے۔ دوسری کا موضوع ان واقعات کی عیاری اور اخلاقی حیثیت کا تعین کرنا ہے۔ ایک کا رُخ خارجی دُنیا کی طرف ہے، وہ تسخیر کائنات پر مائل ہے۔ دوسری کا رُخ عالم مثال کی طرف ہے۔ وہ تقرب ذاتِ حقیقت کی طرف مائل ہے[1] ایک کی ساری تگ ودو "کیا ہے" کے تحت آتی ہے۔ دوسری کی ساری کد وکاوش "کیا ہونا چاہیے" کے تحت آتی ہے۔

حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا:

"العقل نور فی القلب، یفرق بین الحق والباطل"

عقل ایک نور ہے قلب کے اندر، جس کے ذریعہ حق اور باطل کے درمیان فرق کیا جاتا ہے۔

عقلِ استدلالی عام حالات میں اکیس سال کی عمر میں بلوغت کو پہنچ جاتی ہے۔ لیکن عقلِ وجدانی چالیس کی عمر میں بالغ ہوتی ہے اور ساٹھ سال کی عمر میں پختگی کو پہنچتی ہے۔ کہتے ہیں کہ جارج برنارڈ شا نے ولیم شیکسپیر کو ناپختہ ذہن قرار دیا ہے۔ کیونکہ اس کا انتقال ستاون سال کی عمر میں ہوگیا تھا[2]۔ عقل استدلالی میں ایک غبی آدمی سے لے کر حکیم و دانا تک سینکڑوں درجات اور مراتب ہیں۔ اسی طرح عقل وجدانی میں عام آدمی سے لے کر فن کاروں، شاعروں اور عارفینِ کاملین تک ہزارہا درجات و مراتب ہیں۔

عقلِ استدلالی ہو یا عقلِ وجدانی، دونوں کی آبیاری اسی عالمِ رنگ وبو میں ہوتی ہے۔ یہیں وہ مدارجِ عالیہ طے کرتی ہیں، جو کچھ فرق ہے وہ نقطۂ نظر کا ہے۔ شے ایک ہوتی ہے، مختلف افراد مختلف سبق حاصل کرتے ہیں۔ چمن میں گلاب کا پھول کھلا ہوا ہے۔ ایک عطار دیکھ کر کہتا ہے کہ اس کا گلقند بہت

---

[1] عقلِ استدلالی کے بیانات زمان و مکان، کمیت وکیفیت کے حدود میں دائر رہتے ہیں۔ عقل وجدانی کے بیانات اِس محدودیت سے آزاد ہوتے ہیں۔

[2] غالباً اسی وجہ سے محقق طوسی ایک عالم کو چالیس سال کی عمر کے بعد اور پندرہ سال کے تدریسی تجربہ کے بعد قلم اٹھانے اور کتاب لکھنے کا حق دیتے ہیں۔

اچھا بن سکتا ہے۔ ایک شاعر اُس کی نزاکت اور رعنائی میں اپنے محبوب کی جھلک دیکھ لیتا ہے۔

؎ نازکی اس کے لب کی کیا کہیے
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

ایک عارف اُس کی حسن و رعنائی میں خالق کی صناعی کا عکس دیکھ لیتا ہے۔

؎ برگِ درختانِ سبز در نظرِ ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفتِ کردگار

سارا اختلاف نقطۂ نظر کا ہے، نظر کے ارتقائی مدارج کا ہے اور منبعِ علم کا ہے۔

؎ آدمی دیداست باقی پوست است
دید آں باشد کہ دیدِ دوست است

**عقلِ استدلالی** انسان صرف ان سرگرمیوں اور دلچسپیوں کو مستقلاً اور دائماً جاری رکھتا ہے، جن کا مبنیٰ اور اساس اُس کی فطرت میں موجود ہے۔ جو روزِ ازل اُس کی فطرت میں ودیعت کر دی گئی ہے۔ عقلِ استدلالی کا مبنیٰ انسان کی فطرت میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

"ہم نے انسان کو سننے والا اور دیکھنے والا بنایا" (دہر ۔ ۲)

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو حواسِ خمسہ عطا کیے ہیں۔ جو شعور کے لیے بمنزلہ دروازوں کے ہیں۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے؛

"اُس نے (اللہ نے) آدمؑ کو تمام اشیا کے نام سکھا دیے" (بقرہ ۔ ۳۱)

نام سیکھنے کے لیے ذہن کو کئی مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ مثلاً اشیا کو محسوس کرنا، ذہن میں اُن کے نقوش کا مرتسم ہونا، ان تصورات کو جدا جدا ناموں سے یاد کرنا۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو تصور اور تخیل کی ذہنی قوتوں سے نوازا ہے۔ یہ قوتیں عقلِ حسّی کے لیے بنیاد فراہم کرتی ہیں۔ گویا عقلِ حسّی اور عقلِ تجزیاتی کی بنیاد اور اساس اللہ تعالیٰ نے نوعِ انسانی کی فطرت میں ودیعت کر دی ہے۔ حواس کے ذریعے اشیا کا علم و ادراک حاصل کرنا تمام افرادِ بشری کا خاصہ ہے۔ کوئی فردِ بشر اس نعمت سے محروم نہیں ہے۔ ادراک، تفکر اور تدبّر درحقیقت تصورات کے ہی اعلیٰ مراتب ہیں۔ عقل کی سرگرمی ہی تفکر اور تدبر ہے۔ زندگی کے معاملات انسان اسی عقل

کے وسیلہ سے انجام دیتا ہے۔

انسانوں کی بہت بڑی اکثریت ابتدائی مرحلہ یعنی عقلِ حسی پر ہی قناعت کر لیتی ہے۔ وہ اپنے اردگرد کے مادی ماحول میں ہی مگن رہتی ہے۔ لیکن ایک قلیل تعداد عقلِ حسی پر قانع نہیں رہتی، وہ مزید ترقی کرتی ہے اور عقلِ استدلالی تک جا پہنچتی ہے۔ حواس جو معلومات فراہم کرکے دیتے ہیں عقلِ استدلالی ان کا تجزیہ کرتی ہے، تحلیل کرتی ہے۔ مزید برآں پھر ان اجزاء کو حسبِ منشا نئے انداز اور نئے طریقوں سے ترتیب دیتی ہے۔ اس طرح وہ نئے نئے نتائج اخذ کرتی رہتی ہے اور نئی نئی معلومات دریافت کرتی رہتی ہے۔ عقلِ استدلالی کا یہی وظیفہ ہے۔

یہ عقل نوعِ انسانی کے ہاتھوں میں نہایت کارآمد وسیلہ ہے۔ اس کی مدد سے انسان نے مادی اشیا کو سمجھا ہے۔ مادی ماحول کو مسخر کیا ہے۔ صدیوں سے نوعِ انسانی مادی اشیا کو سمجھنے اور مادی ماحول کو مسخر کرنے کے درپے ہے۔ اس طول طویل جدوجہد کے نتیجے میں مادی اشیا سے متعلق ایک عظیم الشان ذخیرۂ معلومات نوعِ انسانی کے پاس جمع ہوگیا ہے۔ اس کے بل بوتہ پر اب وہ خارجی مادی ماحول پر حاکمانہ انداز میں قابض اور متصرف ہے۔ آج وہ مادہ پر حکومت کر رہا ہے، اس کو اپنے حسبِ منشا استعمال کر رہا ہے۔ وہ ہوا میں اُڑ رہا ہے۔ وہ پانی میں تیر رہا ہے اور پہاڑوں کے جگر چیر رہا ہے۔ علوم وفنون کی عظیم الشان گرم بازاری، تہذیب وتمدن کی حیرت انگیز چمک دمک اور تصرف و اقتدار کا محیر العقول سررشتہ سب اسی عقلِ استدلالی کا نیار کردہ ہے۔ دُنیا کی موجودہ بہار عقلِ استدلالی کی لگائی ہوئی ہے۔ آج ہر جگہ عقلِ استدلالی کی حکمرانی اور بالادستی ہے۔

بلاشبہ عقلِ استدلالی اور عقلِ تدبیری عالمِ رنگ وبو — مادی دُنیا — میں حد درجہ کامیاب اور بامراد ہے۔ عالمِ مادیات کی گتھیاں عقلِ تدبیری کے ناخن سے حل ہوسکتی ہیں۔ لیکن عالمِ مابعد الطبیعات عالمِ ماورائے مادہ میں عقلِ استدلالی درماندہ اور عاجز ہے۔ عالمِ مغیبات میں عقلِ استدلالی کا رہوار نہیں دوڑتا۔ وہاں اس کے پر جلتے ہیں۔

سارے عالم میں سیادت عقل کی
دل الجھتا ہے مگر سرّد عیاں

---